ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

احادیث میں گواہی دینے کے اصول وضوابط: تجزیہ و تحلیل

Principles and Guidelines for Giving Testimony in Hadiths: Analysis and Evaluation

☆ڈاکٹر حافظ جمشید اختر

لیکچرر، شعبہ اسلامیات، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان، پنجاب، پاکستان۔

☆☆محمد نذیر

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان، پنجاب، پاکستان

☆حبیب الرحمان

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامیات، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان، پنجاب، پاکستان۔

Abstract

In the realm of Hadith literature, the principles and guidelines for giving testimony play a pivotal role in determining the authenticity and reliability of narrations. This research delves into a comprehensive analysis and evaluation of the essential principles and criteria employed in providing testimony within Hadiths. The study explores the intricate dynamics of verifying the credibility of narrators, scrutinizing chains of transmission, and assessing the content of Hadiths. One fundamental aspect scrutinized is the principle of 'Adalat' (integrity) concerning the moral character and reliability of narrators. The research investigates how scholars meticulously examine the moral standing and trustworthiness of individuals in the transmission chain to ensure the preservation of Hadith integrity. Additionally, the study delves into the scrutiny of the 'Matn' (content) of Hadiths, emphasizing the importance of coherence with established Islamic teachings and absence of contradictions. Furthermore, the research sheds light on the critical role of the 'Isnad' (chain of transmission) in verifying the authenticity of Hadiths. Scholars employ rigorous methods to trace the transmission lineage, ensuring that each link in the chain is reliable and free from discrepancies. The study emphasizes the significance of precision in documenting and preserving these chains to maintain the reliability of Hadith narrations. The research also explores the contextual analysis of Hadiths, considering the socio-historical circumstances and the potential impact on the authenticity of narrations. Scholars assess the compatibility of Hadiths with established Islamic jurisprudence and theology. In conclusion, this research provides a comprehensive examination of the principles and guidelines for giving testimony in Hadiths. By understanding and applying these criteria, scholars contribute to the preservation of the rich Islamic heritage and the dissemination of authentic teachings. The study underscores the meticulous processes involved in scrutinizing Hadith narrations, reinforcing the reliability and authenticity of this invaluable source in Islamic scholarship.

Keywords: Hadith testimony principles, integrity scrutiny, chain verification, content analysis, Islamic heritage preservation.

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

تحدید موضوع:

اس بحث میں کتاب الشھادات از صحیح البخاری میں مذکور احادیث مبارکہ سے رہنمائی لی گئی ہے۔

تمہید:

شریعت اسلامیہ زندگی میں پیش آمدہ تمام مسائل کے متعلق کامل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ گواہی کا مسئلہ ہے۔گواہی کی بنیاد پر قضیہ جات کے فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے عدالت میں دعویٰ دائر کرنے والے کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے گواہ پیش کرے۔تزکیہ کا اصوؒل کیا ہے؟ یہ گواہ کس طرح اور کس وقت پیش کرنے ہیں؟ گواہی کے اصول وضوابط کیا ہیں؟یمین منعقد کرنے کا طریقہ واصول کیا ہے؟ وغیرہ اس طرح کے سوالات کا درج ذیل بحث میں احادیث طیبہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ قلمبند کیا گیا ہے۔

کسی شخص کی سیرت کے متعلق گواہی دینے کا کیا اصول ہے:

گواہی کا تعلق فقط کسی قضیہ یا عدالت سے نہیں ہے بلکہ عام حالات میں لوگ کسی کے تزکیہ کے لیے بھی لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔یہ سوال بھی گواہی لینے کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔شریعت اسلامیہ نے اس بابت کامل رہنمائی کی ہے۔امام بخاریؒ نے اس بابت ایک مستقل باب قائم کیا جس کا عنوان درج ذیل ہے:"**باب : اذا عدل رجل رجلا فقال : لا نعلم الا خیرا ، او: ما علمت الا خیرا** "کہ"اگر کوئی کسی کی صفائی دے تو یوں کہے:ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے،یامجھے اس کی بھلائی ہی معلوم ہے"۔

اس باب کے ضمن میں امام بخاریؒ حدیث افک کا ایک جزء لائے۔یہی حدیث افک انہوں نے مکمل آگے چل کر"**باب تعدیل النساء بعضھن بعضا**"کہ"عورتوں کا ایک دوسرے کو قابل اعتماد ٹھرانا" کے ذیل میں بیان کی ہے۔یہ حدیث مبارکہ دراصل ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ جب کسی کی بابت ہم سے تزکیہ کرنے کا سوال کیا جائے تو ہم اس کی بابت خیر اور بھلائی کی بات کو ہی بیان کریں۔معاشرے کی اکثریت کا طرز عمل یہ بن چکا ہے کہ جب ان سے کسی کی بابت سوال کی اجاتا ہے تو وہ اس کی خامیاں ہی خامیان بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور اس کی خوبیوں اور محاسن وعمدہ امور سے صرف نظر رکھتے ہیں۔یہ طرز عمل درست نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ بغض اور عداوت کی طرف فرد کو لے کر چلا جاتا ہے۔جب افراد ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھنا شروع کردیں تو پھر لا محالہ معاشرہ بھی نفرت کا شکار ہوجاتا ہے اور معاشرے کا امن وسکون ختم ہوجاتا ہے۔باب کے ضمن میں مذکور حدیث مبارکہ کے متن کا متعلقہ جزء درج ذیل ہے:

> "**فاما اسامۃ فقال: اھلك ولا نعلم الا خیرا**"[1]
>
> "سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تو ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے متعلق خیر وبھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، بہر حال وہ آپ کی بیوی ہیں"[2]

---

[1]: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: المکتبۃ العصریہ، 2009ء)، 455۔

[2]: مولانا عبدالستار حماد، مترجم صحیح بخاری (ریاض: دارالسلام، 2011ء)، 3:87۔

رسول انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت تہمتیں سنیں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس سے شدید تکلیف پہنچی۔اس ضمن میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے گھر کے خاص افراد جیسے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لے پالک سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سیدہ بریرۃ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اپنی محبوب زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابت سوال کیا۔ان تمام نے سیدہ کے حسن سیرت کی گواہی دی۔سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب گزشتہ فصل میں تفصیلی گزر چکا ہے۔ان کے تزکیہ کے بعد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تزکیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”فواللہ ما علمت من اھلی الا خیرا ، ولقد ذکروا رجلا ما علمت علیه الا خیرا“[3]

”اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی کے متعلق خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا اور انہوں نے اس سلسلے میں جس شخص کا ذکر کیا ہے اس میں بھی سوائے خیر کے میں اور کچھ نہیں جانتا“[4]

یہاں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فقط اپنی محبوب زوجہ محترمہ کی بابت خیر و بھلائی اور پاک دامنی کی گواہی نہیں دی، بلکہ منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس صحابی کو منسوب کیا، رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کا بھی تزکیہ فرمایا کہ میں نے اس میں بھی خیر کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔ان صحابی کا اسم گرامی صفوان بن معطل سلمی ذکوانی تھا۔رضی اللہ عنہ

تزکیہ کی بابت حافظ ابن حجر العسقلانیؒ عصر حاضر کی مناسبت سے رقمطراز ہیں:

”واما م احتجاجھم بقصة اسامة فاجاب المھلب بان ذلك وقع في العصر الذي زكى الله اهله ، وكانت الجرحة فيهم شاذة، فكفى في تعديلهم ان يقال : لا اعلم الا خيرا، واما اليوم فالجرحة فى الناس اغلب فلا بد من التنصيص على العدالة“[5]

”اور رہا حجت پکڑنا ان کا اسامہ کے قصہ سے، پس جواب دیا ہے مہلب نے اس کا اس طرح کہ یہ واقعہ ہوا تھا اس زمانے میں کہ اس لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کر دیا تھا۔اور ان میں حرج نہایت کم تھی، پس کافی تھا ان کی تعدیل میں کہ کہا جاتا کہ نہیں جانتے ہم مگر بھلائی ہی، اور رہا آج کا دن، پس حرج لوگوں میں اکثر ہے پس ضرور ہے نص کرنی عدالت پر“[6]

درج بالا شرح اور تبصرہ بھی درست ہے کہ عصر حاضر میں خیر پر شر غالب ہے اور لوگ دین سے اور خیر و بھلائی سے دور ہیں لہذا آج کسی فرد کے تزکیہ کے لیے اس کی عدالت کو پرکھنا بھی ضروری ہے۔البتہ عام حالات میں خیر کو ہی اجاگر کرنا اور خیر کا تزکیہ کرنا بھی اہم امر ہے۔

3: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 455۔

4: مولانا عبدالستار حماد، مترجم صحیح بخاری، 88:3۔

5: حافظ ابن حجر العسقلانی، فتح الباری (ریاض: دارالسلام، 2000ء)، 307:5۔

6: علامہ محمد ابوالحسن سیالکوٹی، فیض الباری ترجمہ فتح الباری (لاہور: مکتبہ اصحاب الحدیث، 2009ء)، 146:10۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

گواہ عادل ہونا چاہیئے:

گواہی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود بھی عادل ہو۔ کوئی ایسا شخص جو عام زندگی میں گناہوں کا مرتکب ہو اور فسق وفجور میں پڑا ہو تو اس کی گواہی کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اس بابت اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

"وَاَشۡهِدُوا ذَوَي عَدل مِنكُم"[7]

"اور اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ کرلو"

یہاں اللہ رب العزت نے یہ اصول بھی مقرر فرما دیا کہ کم از کم گواہ کسی مسئلہ میں گواہی کے لیے جو مطلوب ہیں ان کی تعداد دو ہونی چاہیئے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح پرکھا جائے گا کہ گواہ عادل ہے یا نہیں؟۔ اس بابت امام بخاریؒ اپنی کتاب میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر" **باب الشهداء العدول**" کہ" گواہوں کے عادل ہونے کا بیان" کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ اثر کا متن درج ذیل ہے:

"ان عبدالله ابن عتبة قال : سمعت عمر ابن الخطاب رضي الله عنه يقول : ان اناسا كانوا يوخذون بالوحي في عهد رسول الله. صلي الله عليه وسلم ، وان الوحي قد انقطع ، و انما ناخذكم الآن بما ظهر لنا من اعمالكم، فمن اظهر لنا خيترا امناه و قربناه، وليس الينا من سريرته شيء۔ الله يحاسب في سريرته، ومن اظهر لنا سواء لم تامنه ولم نصدقه ، وان قال : ان سريرته حسنة"[8]

"حضرت عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں سے وحی کی بنیاد پر بازپرس ہوتی تھی۔ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، لہذا اب ہم تمہارا مؤاخذہ تمہارے ظاہری اعمال پر کریں گے۔ جو کوئی بظاہر اچھا کام کرے گا، ہم اس پر اعتماد کریں گے اور اپنا ساتھی بنائیں گے۔ ہمیں اس کی دل کی بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی کیونکہ دل کی باتوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرنے والا ہے۔ اور جس نے بظاہر کوئی برا کام کیا تو ہم اس پر نہ بھروسا کریں گے اور نہ ہی اسے سچا قرار دیں گے اگرچہ وہ دعویٰ کرے کہ اس کا باطن عمدہ اور اچھا ہے"[9]

یہ اصول تعدیل ہے کہ ظاہر پر فیصلہ کیا جائے۔ انسان کے پاس علم غیب کی طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی کے باطن کی بابت رائے قائم کرے یا اس کے باطن میں جھانک سکے۔ یہ قدرت فقط اللہ رب العزت کے پاس ہے کہ وہ ہر شے سے کامل واقف ہے کہ ہر شے کو اسی نے تخلیق فرمایا ہے۔ ہمارے لیے یہی حکم ہے کہ جس کا ظاہر اچھا ہے اس کا یقین کریں اور جس کا ظاہر فسق و مجور میں نظر آئے اس کی گواہی کو سننے اور قبول کرنے سے اجتناب کریں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ یہ اصول ہی قابل عمل ہے۔

7: القرآن، الطلاق:2۔

8: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 456۔

9: مولانا عبد الستار حماد، مترجم صحیح بخاری، 3:92۔

عادل کی تعریف مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانویؒ نے بایں الفاظ نقل کی ہے:

”عادل سے مراد یہ ہے کہ مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، نیک ہو، تو کافر یا غلام یا مجنون یا نابالغ یا فاسق کی گواہی مقبول نہ ہو گی“[10]

فاسق و مجرم کی گواہی کا اصول:

درج بالا بحث یہ ثابت کرتی ہے کہ گواہ کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل ہو، فاسق و فاجر نہ ہو۔ البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے۔ ایسا شخص کہ جو کسی گناہ میں پڑا ہو، یا کبائر کا مرتکب ہو یا اس پر کوئی جرم ثابت ہونے کی وجہ سے حد جاری کی گئی ہو تو بعد از توبہ یا بعد از اجرائے حد اس کی گواہی کو شریعت اسلامیہ نے قبول کیا ہے۔ اس بابت اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

”وَلَا تَقبَلُوا لَهُم شَهَادَةً اَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الفٰسِقُون۔ اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعدِ ذٰلِكَ وَ اَصلَحُوا“[11]

”ایسے تہمت لگانے والوں کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ تو بدکار ہیں مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کریں“

بعد از توبہ و بعد از اصلاح کسی مجرم و فاسق و فاجر کی گواہی کو اللہ رب العزت نے جائز قرار دیا ہے۔ یہاں اصلاح سے مراد یہ ہے کہ ظاہری زندگی میں وہ اچھے اعمال پر کاربند ہو جائیں اور پچھلی زندگی پر نادم ہوں اور اللہ کے حضور توبہ تائب ہوئے ہوں۔

اس بابت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں درج ذیل باب کے تحت احادیث نبویہ اور ائمہ دین کی آراء و عمل کا ذکر کیا ہے۔ باب کا عنوان ہے: ”باب شهادة القاذف والسارق والزاني“ کہ ”تہمت لگانے والے، چور اور زانی کی شہادت کا بیان“۔ اس کے ذیل میں امام بخاریؒ نے درج ذیل ائمہ دین کی آراء ذکر کی ہیں:

1: عبد اللہ بن عتبہ	2: عمر بن عبد العزیز	3: سعید بن جبیر
4: طاؤس بن کیسان	5: مجاہد	6: شعبی
7: عکرمہ مولیٰ ابن عباس	8: ابن شہاب زہری	9: محارب بن دثار
10: قاضی شریح	11: معاویہ بن قرہ	12: ابو الزناد
13: شعبی	14: قتادہ	15: سفیان ثوری

ان کی آراء کو امام بخاری نے بغیر سلسلہ سند کے معلق ذکر کیا ہے۔ جبکہ یہ تمام آراء دیگر کتب احادیث میں باسند صحیح موجود ہیں۔ اس بابت مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی رقمطراز ہیں:

”عبد اللہ بن عتبہ کی روایت کو طبری نے، اور عمر بن عبد العزیز کی طبری نے اور خلال نے، اور سعید بن جبیر کی طبری نے، اور طاؤس اور مجاہد کی سعید بن منصور نے، اور شعبی کی طبری نے، اور زہری کی ابن جریر نے وصل کی ہے۔ اور محارب اور شریح اور معاویہ کی نسب حافظ (ابن حجر العسقلانیؒ) نے کہا کہ مجھے ان کی روایت جس میں گواہی قبول ہونے کی صراحت ہو، نہیں ملی۔ ابو الزناد یہ مدینہ کے بڑے فقیہ

---

[10]: مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی (لاہور: نعمانی کتب خانہ، 1990ء)، 2:676۔

[11]: القرآن، النور: 5-4۔

ہیں ان کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ ان دونوں اثروں (شعبی اور قتادہ) کو طبری نے وصل کیا۔ یہ رویت ان (سفیان ثوری) کی جامع میں موجود ہے، عبد اللہ بن ولید عدنی نے ان سے روایت کی "[12]

جبکہ امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کی بابت دو روایات بیان کیں۔ پہلی روایت کو سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا جبکہ دوسری روایت کو سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا۔ ان آرء کے بیان سے قبل امام بخاریؒ نے بطور استشہاد کے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ذکر کیا ہے، الفاظ درج ذیل ہیں:

"وجلد عمر ابا بكرة وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ، ثم استتابهم ، وقال : من تاب قبلت شهادته"[13]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ، شبل بن معبد اور نافع بن حارث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانے کی بنا پر حد لگائی۔ پھر ان سے توبہ کرائی اور فرمایا: جو کوئی توبہ کرلے گا تو میں اس کی گواہی قبول کروں گا"

کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ جات کیے۔ اگر کسی پر حد یا سزا کا اجراء ہوا اور بعد ازاں اس نے توبہ کی تو اس کی گواہی کو قبول کیا گیا۔

رضاعت کی بابت جانچ پرکھ کا اصول:

رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت جو کہ مرضعہ ہو یعنی دودھ پلانے والی ہو اس کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا گواہ یا کوئی مرد گواہ ہونا ضروری نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ رضاعت کے معاملہ میں نبی کریم ﷺ نے جانچ پرکھ کے اصول کو بھی قائم رکھا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ رضاعت کے رشتے کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی صحت کو جانچا جائے کہ کیا وہ سچ کہہ رہا ہے یا نہیں۔

اس اصول کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں درج ذیل باب کے تحت بیان کیا ہے:" **باب الشهادة على الانساب والرضاع المستفيض والموت القديم، وقال النبي صلى الله عليه وسلم ارضعتني وابا سلمة ثويبة ، والتثبيت فيه**" کہ "نسب، مشہور رضاعت اور عرصہ دراز پہلے کی وفات پر گواہی اور اس (رضاعت) میں احتیاط کا بیان، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا"

اس باب میں امام بخاریؒ رضاعت میں احتیاط کی بابت درج ذیل حدیث مبارکہ لائے ہیں:

"ان عائشة رضي الله عنها قالت : دخل على النبي صلى الله عليه وسلم وعندي رجل ، فقال : يا عائشة! من هذا؟، قلت : اخي من الرضاعة ، قال : انظرن من اخوانكن ، فانما الرضاعة من المجاعة"[14]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو ایک شخص میرے پاس بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: عائشہ! یہ کون ہے؟، میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! ذرا اپنے

---

[12]: مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی، تیسیر الباری، 2:681۔

[13]: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 457۔

[14]: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 457۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

رضاعی بھائی کے بارے غور وفکر کر لیا کرو، کیونکہ اس رضاعت کا اعتبار ہے جس میں دودھ بھوک کی وجہ سے پیا جائے"[15]

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے درج ذیل مسائل بیان فرمائے ہیں:

1. رضاعت کے رشتے کی جانچ پرکھ کرنا ضروری ہے۔
2. رضاعت اس وقت درست تصور کی جائے گی کہ جب بچے نے اس وقت کسی خاتون کا دودھ پیا جب اس کی خوراک دودھ تھی، محض ویسے کسی کا دودھ چکھ لینے یا تھوڑا سا پی لینے سے رضاعی رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

نابینے آدمی کی گواہی کا اصول:

نابینا آدمی اگر عادل ہو اور ظاہری طور پر اس کے اعمال صالحہ ہوں تو اس کی گواہی کو شریعت اسلامیہ نے قبول کیا ہے۔ اس بابت امام بخاریؒ نے باب باندھا: "**باب شهادة الاعمى ونكاحه، وامره وانكاحه، ومبايعته وقبوله فى التاذين وغيره، وما يعرف بالاصوات**" کہ "نابینے آدمی کا گواہی دینا، نیز اس کا حکم دینا، نکاح کرنا، نکاح کرانا، خرید و فروخت کرنا، اذان دینے اور اس طرح کے دیگر کاموں میں اس کا قبول کرنا جو آواز سے پہچانے جاتے ہیں"

اس باب کے ذیل میں امام بخاریؒ نے درج ذیل ائمہ دین کی آراء مسئلہ مذکورہ کی موافقت میں ذکر کی ہیں:

1: سیدنا عبداللہ بن عباس	2: سیدنا سمرہ بن جندب	3: سیدنا سلیمان بن یسار
4: قاسم	5: حسن بصری	6: ابن سیرین
7: ابن شہاب زہری	8: عطاء بن ابی رباح	9: حکم

جبکہ باب ھذا میں چار روایات درج کی ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

> "**عن عبدالله ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال النبي صلي الله عليه وسلم: ان بلالا يوذن بليل فكلوا واشربوا حتى يوذن ، او قال : حتى تسمعوا اذان ابن ام مكتوم، وكان ابن مكتوم رجلا اعمى لا يوذن حتى يقول له الناس : اصبحت**"[16]

> "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان کہتے ہیں، اس لیے تم سحری کھاتے پیتے رہو، حتی کہ دوسری اذان دی جائے۔ یا فرمایا: حتی کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سنو، ابن ام مکتوم نابینا شخص تھے، وہ اذان نہ دیتے حتی کہ لوگ ان سے کہتے: صبح ہو گئی ہے"[17]

امام بخاریؒ نے باب میں اس روایت کو بطور استشھاد و دلیل کے ذکر کیا کہ سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی تھے۔ عادل تھے اور لوگ ان کی اذان پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ وغیرہ کی غرض سے سحری کا کھانا پینا ترک کر کے نماز فجر کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینا شخص کو اگر کسی مسئلہ کی بابت کسی بھی

15: مولانا عبدالستار حماد، مترجم صحیح بخاری، 3:94۔

16: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 459۔

17: مولانا عبدالستار حماد، مترجم صحیح بخاری، 3:100۔

طریقے سے علم ہو تو وہ اس کے متعلق گواہی دے سکتا ہے اور اس کی گواہی کو قبول کیا جائے گا اور اس کے لیے کسی مشاہدے کی قید نہیں ہے، بشرط یہ کہ وہ عاقل ہو، عادل ہو، فاسق وفاجر نہ ہو اور ظاہری طور پر اچھے اعمال سر انجام دینے والا اور ان پر کاربند رہنے والا ہو۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھی صبح صادق کے وقت کی بابت صحابہ کرام آواز دے کر آگاہ کرتے تھے۔

قسم کا اصول:

کسی بھی انسان کے یہ لائق نہیں کہ وہ جب قسم اٹھائے تو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تاکید کی کہ قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھائی جائے۔ اس بابت اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

"یَحلِفُونَ بَاللہ"[18]

"وہ اللہ کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں"

نیز سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

"ثُمَّ جَاءُكَ يَحلِفُوْنَ بِاللهِ اِنْ اَرَدْنَا اِلّا احسَانا و تَوفِيقَا "[19]

"پھر یہ لوگ تمہارے پاس آکر قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہم نے صرف خیر خواہی اور موافقت کا ارادہ کیا تھا"

دونوں سورتوں میں آیت نمبر مشترک ہے۔ درج بالا دونوں آیات میں اللہ رب العزت نے قسم کے صیغے کو اپنے ساتھ منسوب کیا ہے۔ اس بابت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں درج ذیل باب قائم کیا ہے: "باب كيف يستحلف" کہ "قسم کس طرح لی جائے"۔ اس کے ذیل میں آپؒ نے دو روایات بیان کیں۔ ایک روایت درج ذیل ہے:

"عن عبدالله رضى الله عنه ، ان النبي صلي الله عليه وسلم قال: من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت"[20]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص قسم اٹھائے تو صرف اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے"[21]

اللہ کے نام کی قسم اٹھانے کے درج ذیل صیغے شریعت میں ملتے ہیں: باللہ، تاللہ، واللہ۔ ہمارے معاشرے میں یہ قباحت عام ہو رہی ہے کہ یہاں اللہ رب العزت کے علاوہ قرآن مجید کی قسم اٹھانا، نبی رحمت ﷺ کے اسم گرامی کی قسم اٹھانا یا کسی محبوب شخص کی قسم اٹھانا عام ہو رہا ہے، حالانکہ یہ معیوب عمل ہے اور اس کی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے ممانعت صادر ہوئی ہے۔ اس جیسے امور سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

18: القرآن، التوبہ: 62۔

19: القرآن، النساء: 62۔

20: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، 465۔

21: مولانا عبد الستار حماد، مترجم صحیح بخاری، 3: 121۔

خلاصہ بحث:

درج بالا بحث میں کتاب الشہادات از صحیح البخاری کی روشنی میں گواہی کے اصول وضوابط کی بابت نکات بیان کیے گئے ہیں۔ اولاً: یہ اصول بیان کیا گیا کہ جب کسی سے کسی اور کی بابت تزکیہ کی غرض سے استفسار کیا جائے تو وہ اس کے متعلق خیر کے کلمات کہے۔ ہاں البتہ کوئی ایسا عیب کہ جو مجموعی طور پر شر کا باعث ہو، اس کا بیان کرنا بہر حال ضروری ہے۔ ثانیاً: یہ اصول بیان کیا گیا کہ گواہی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو۔ غیر عادل کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک غیر عادل شخص جب عام زندگی میں جھوٹ بولتا ہے تو گواہی میں اس کے قول کا کیونکر اعتبار کیا جائے۔ ثالثاً: یہ بیان کیا گیا کہ فاسق و فاجر کی گواہی تب قابل قبول ہے کہ جب وہ توبہ تائب ہو جائے اور اپنی اصلاح کرلے۔ اسی طرح ایسے شخص کی گواہی بھی قابل قبول ہوتی ہے کہ جس پر کوئی شرعی حد جاری ہوئی ہو۔ رابعاً: رضاعت کے مسئلہ میں احتیاط اختیار کرنے کا اصول بیان کیا گیا۔ خامساً: نابینے آدمی کی بابت یہ اصول بیان کیا گیا کہ اس کی گواہی قابل اعتبار ہے بشرط یہ کہ وہ عاقل وبالغ ہو۔ آخر میں قسم (حلف / یمین) کا شرعی اصول واضح کیا گیا کہ قسم صرف اللہ رب العزت کے نام کی اٹھانا جائز ہے۔ معاشرے میں جس طرح قرآن، رسول اللہ، محبین وغیرہ کے نام کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں یہ غیر شرعی عمل ہے۔